2- درج ذیل نظم سے 3 اور غزل سے 2 اشعار کی تشریح کیجیے

(حصہ نظم)

1. اُسی نے ایک حرفِ کن سے پیدا کر دیا عالم — کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم
2. زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اُس کی قدرت کے — بچھائے ہیں اُسی داتا نے دستر خواں نعمت کے
3. یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی — نظر آتی ہے سب میں شان اُسی کی ذاتِ باری کی
4. غریبوں کی جاں کو، یتیموں کے دل کو — سکوں ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے
5. اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا — یقیں ہو گیا، اعتبار آ گیا ہے
6. بُجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت — وُہ پیغمبرِ ذی وقار آ گیا ہے
7. گرمی کا روزِ جنگ کی، کیونکر کروں بیاں — ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
8. وہ لو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں — رن کی زمیں تو سُرخ تھی اور زرد آسماں
9. وہ لو، وہ آفتاب کی حدت، وہ تاب و تب — کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
10. سرخی اُڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے — پانی کنوؤں میں اترا تھا، سائے کی چاہ سے
11. کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے، نہ برگ و بار — ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
12. آئینہ مہر کا تھا، مکدر غبار سے — گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
13. گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر — بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر
14. پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی — ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی
15. گرداب پر تھا شعلہ جوّالہ کا گُماں — انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
16. یہ سعادت حُورِ صحرائی! تیری قسمت میں تھی — غازیانِ دیں کی سقّائی تری قسمت میں تھی
17. یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی — ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی!
18. اپنے صحرا میں بہت آہُو ابھی پوشیدہ ہیں — بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!
19. رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے! — ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
20. تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور — دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
21. جھٹ پٹے کا نرم رو دریا، شفق کا اضطراب — کھیتیاں، میدان، خاموشی، غروبِ آفتاب
22. جس کے بازو کی صلابت پر نزاکت کا مدار — جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار
23. دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں — کھیت سے پھیرے ہوئے منھ، گھر کی جانب ہے رواں
24. من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سُر بکھرائے — سُننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دُھن لہرائے
25. شُتر کے گھر میں پیامِ بہار ہے سہرا — کبھی کبھی تو بڑا ہے مہار ہے سہرا
26. میاں شُتر نئی گاڑی لیے سفر کو چلے — مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے
27. مینہ برس جائے تو چل سکتی ہیں اس پر کشتیاں — ڈوب جانے کا بھی ہو جاتا ہے اکثر احتمال

(حصہ غزل)

1. مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے — تری آرزو رو نما ہو گئی ہے
2. میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا — گنہ گار ہوں، اک خطا ہو گئی ہے
3. پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ — جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے
4. سلسلہ فتنہء قیامت کا — تیری خوش قامتی سے ہے
5. مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا — ٹُوٹ کر دل اُسی سے ملتا ہے
6. روح کو بھی مزا محبت کا — دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

7. یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق — مگر اے دوست! کچھ ایسوں کا ٹھکانہ بھی نہیں

8. رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے بڑھ کر — شانِ رنگینیِ حسنِ چمن آرا بھی نہیں

9. یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں — دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

10. جلنا تو چراغوں کا مقدار ہے ازل سے — یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں

11. جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور — تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں

12. اک شمع بجھائی تو کئی اور جلالیں — ہم گردشِ دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

3- درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے:

1. صبح اخباروں میں یہ خبر پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا کہ پروفیسر مرزا محمد سعید کا آج سوئم ہے۔ خاموش زندگی! خاموش موت! مرزا صاحب کی علالتِ مزاج یا مرض الموت کی اطلاع اس سے پہلے کہیں سے نہیں ملی۔ حد یہ کہ پرسوں وہ رحلت فرما گئے اور ان کے سیکڑوں دوستوں اور قدر دانوں کو اس سانحۂ ارتحال کی خبر تک نہ ہوئی۔

2. مرزا صاحب بہت ہی خاموش کام کرنے والوں میں سے تھے، یعنی اتنے خاموش کہ خود ان کے زمانے کے اکثر لوگ بھی ان کے علمی اور ادبی کارناموں سے واقف نہیں ہوئے۔ دراصل خود مرزا صاحب شہرت سے گھبراتے تھے اور پبلک پلیٹ فارم پر آنا پسند نہیں کرتے تھے، کام کرتے تھے ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر کام کرتے تھے۔

3. پنجاب کے بیشتر اعلیٰ عہدے دار مرزا صاحب کے شاگرد تھے۔ پطرس اور تاج نے بھی مرزا صاحب سے اکتسابِ علم کیا۔ بعد میں پطرس خود انگریزی کے پروفیسر ہو گئے تھے،، مگر اپنی غیر معمولی قابلیت و ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی علمیّت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔

4. پطرس دل ہی دل میں ہنس رہے تھے کہ دیکھا اسے کہتے ہیں علم کا سمندر۔ ہم سب دم بخود ساکت بیٹھے مرزا صاحب کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے۔ پطرس نے مرزا صاحب کے جلال کو ختم کرنے کے لیے فوراً چائے کا سامان رکھوانا شروع کر دیا اور خدا خدا کر کے مرزا صاحب کا جلال رفع ہوا۔

5. مرزا صاحب بظاہر علیل نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اِکہرا ڈیل، اُجلا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی بھنوؤں کے سائے میں بڑی بڑی روشن آنکھیں، رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئیں، کتروّاں مونچھیں، ہنستے تو سامنے کے دو چار دانت ٹوٹے ہوئے نظر آتے، مگر بُرے نہ لگتے تھے۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی۔ دھان پان سے آدمی تھے۔

6. سُنا ہے کہ دلی کے جن دو چار نوجوانوں نے سب سے پہلے سوٹ پہننا شروع کیا، ان میں سب سے نفیس سوٹ مرزا صاحب ہی کا ہوتا تھا، مگر میں نے پچھلے ۳۲ سال میں انھیں ہمیشہ شیروانی ہی پہنے دیکھا۔ انگریزی ان کا اوڑھنا بچھونا مگر رعب گانٹھنے کے لیے کبھی انگریزی میں بات نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی گفتگو میں انگریزی کے الفاظ بالکل نہیں آنے پاتے تھے۔

7. مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا ہے لیکن جب کفر و الحاد غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر رائج ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی آزادی خود ان کے دینی معاملات میں بھی ختم ہو گئی تھی۔ چناں چہ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے۔

8. پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ ہندوؤں کو بہت ناگوار گزرا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ یہ مملکت قائم نہ ہونے پائے۔ ان کے پاس دولت اور طاقت تھی۔ جنوبی ایشیاء میں ان کی اکثریت تھی لیکن چوں کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا اس لیے حکومتِ برطانیہ کو مجبور ہونا پڑا اور قائداعظم محمد علی جناح کی پُرخلوص قیادت، مسلمانوں کی یقین، اتحاد اور عمل پیہم کی وجہ سے ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

9. دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں: ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے۔ دوسری وہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہلِ مغرب نے خاندانی نسلی، اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا، وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔

10. پاکستان نے اپنے قیام سے اب تک بڑی ترقی کی ہے اور اس کا شمار دنیا کے اہم ملکوں میں ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اور زیادہ ترقی کرے اور ہمیشہ ترقی کرے تو ہمیں نظریہ پاکستان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ اس کی بدولت ہم پاکستان کو زیادہ مستحکم اور شان دار بنا سکتے ہیں۔

11. سنا ہے کہ یہ نہایت شریف گھرانے کی بیٹی تھیں۔ مرہٹہ گردی میں ان کا خاندان تباہ ہو گیا۔ برس دن کی بیاہی بیوہ ہو گئیں۔ اس زمانے میں دوسری شادی کرنا بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ مغلانی کا پیشہ اختیار کر لیا اور اپنی ہنرمندی کی بدولت رنڈاپا گزار دیا۔ جوانی تو عزت آبرو سے کٹ گئی، خوب کمایا، ہزاروں روپے انعام میں لیے، مگر رکھنا نہ جانا۔ دل کی حاتم اور طبیعت کی نرم تھیں۔

12. میں پالکی سے اتری اور چادر کو اچھی طرح اوڑھ اس پری کے ساتھ ساتھ چلی۔ کیا کہوں، اندر کیا بہار تھی۔ ہزاروں پریاں گورے گورے رنگ، بوٹا سا قد، زرق برق کپڑے، ہنستی، چہلیں کرتی اَلّھی گَلّھی پھر رہی تھیں۔ چمن ایسا کہ نہ دیکھا نہ سنا۔ ہر درخت کا تنا چاندی کا، سونے کی شاخیں، زُمرّد کے پتے، پھلوں کی جگہ کہیں لعل لٹک رہے تھے۔ کہیں نیلم، کہیں پکھراج۔ پھلوں پر یہ عالم تھا جیسے ہیرے چمک رہے ہوں۔ کلیاں تھیں کہ صُراحی دار موتی۔ خوشبو سے دماغ مہکا جاتا تھا۔

13. پھولوں، کلیوں کو جو چکھا، مٹھائیاں تھیں۔ ایسی ایسی نفیس، ہلکی خوش ذائقہ کہ ہر نوالے میں روح تازہ ہوتی چلی گئی۔ پیاس معلوم ہوئی، تو پانی کا خیال آتے ہی یاقوت کا گلاس خود بخود آ کر منہ سے لگ گیا۔ یاقوت کا گلاس اور ایسا حباب کا کہ باہر سے پانی جھم جھم کرتا دکھائی دیتا تھا۔ ڈر کے مارے میں نے زور سے ہونٹ بھی نہیں بھینچے کہ کہیں کنارہ ٹوٹ کر منہ میں نہ چُبھ جائے۔ اللہ اللہ! پانی کو نہ پوچھو، ایسا میٹھا، ایسا مُعطّر، ایسا سفید، پانی تو نہیں ہوتا، نہ جانے کیا چیز تھی۔

14. قاعدہ ہے کہ خوشی میں راستہ جلدی کٹ جاتا ہے۔ آنکھ بند کرتے میں گھر آیا۔ ڈیوڑھی میں پالکی رکھی گئی، چراغ جل رہا تھا۔ پردہ جو اُلٹا اور چراغ کی جوت جو پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ جنھیں میں کنکر پتھر سمجھ رہی تھی، جواہرات ہیں۔ بڑے بڑے تو میں نے سب پھینک دیے۔ تھے۔ دو چار ننھے ننھے سے باقی تھے۔ سر پیٹ لیا کہ اتنی دولت کھوئی، نگوڑی، پھینکنے کی کیا ضرورت تھی۔

15. عید کا تصور مسلمانوں کے ہاں محض تہوار منانے اور اُچھل کود کو کلچر بنانے پر منحصر نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دُور تک جاتا ہے، جس سے عید کے بارے میں اُردو شعراء کی تخلیقات کو ایک سمت ہی نہیں ملتی بلکہ ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ اتنا گہرا ہے کہ ہماری شعری روایت میں یہ عمل صرف یک طرفہ مناظر کشی تک جا کر ختم نہیں ہوتا۔ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصّہ ہے۔

16. اقبال کے ہاں ہلال عید صرف ہمیں خوش ہی نہیں کرتا، ہماری ہنسی بھی اُڑاتا ہے۔ یتیموں کی عید کے بارے میں بھی اقبال اس رویّے کی عکاسی کرتے ہیں جس پر نثر نگار بھی خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں۔ یادِ طفلی علامہ اقبال کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے اور وہ منظر کشی والے رجحان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

17. اس وسعت پذیری سے موضوع کی جڑیں ہماری ادبی روایات میں پھیل گئی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے دلّی کی بربادی کے جو نوحے لکھے ہیں، ان میں دولت و عزت سے محروم ہونے والے شہزادوں اور شہزادیوں کی کسمپرسی میں عید بسر کرنے کا ذکر اہمیت رکھتا ہے۔

18. اس کی یہ قابلِ رشک حالت کس وجہ سے ہے اور آخر کار میں اس بظاہر عجیب نتیجے پر پہنچا کہ جسے وہ مصیبت خیال کرتا ہے، وہی اس کے حق میں نعمت ہے۔ وہ حسرت سے کہتا ہے کہ "میرا کوئی دوست نہیں۔" میں حسرت سے کہتا

ہوں "میرے اتنے دوست ہیں۔" اس کا کوئی دوست نہیں ؟ اگر یہ سچ ہے، تو اُسے مبارک باد دینی چاہیے۔

19. میرے دوست احمد مرزا ہیں، جنھیں میں بھڑ بھڑیا دوست کہتا ہوں۔ یہ نہایت معقول آدمی ہیں اور میری اُن کی دوستی نہایت پرانی اور بے تکلفی کی ہے مگر حضرت کی خِلقت میں داخل ہے کہ دو منٹ نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ جب آئیں گے، شور مچاتے ہوئے، چیزوں کو اُلٹ پلٹ کرتے ہوئے۔ غرض کہ اُن کا آنا بھونچال کے آنے سے کم نہیں ہے۔

20. آخر اس تلخی سے کیا فائدہ، جو ذرا سی رگڑ سے اتر جائے۔ دنیا میں امیر غریب سبھی تو ہیں، بھلا ایک قیمتی اوور کوٹ والے نوجوان سے اس قدر متاثر ہونے کی کیا وجہ ؟ آسمان پر صبح کی روشنی رینگتی جارہی تھی اور تارے سہمے سے کانپ رہے تھے۔ گاڑی کسی اور سٹیشن پر رکی۔ لڑکی نے دروازے سے سر نکال کر سٹیشن کا نام پڑھا۔ اب اس کی منزل مقصود قریب تھی۔

21. سوئی ہوئی عورتیں اُٹھ بیٹھیں۔ وہ آپس میں جمائیاں لے لے کر کسی دوسرے صوبے کی زبان میں باتیں کر رہی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی لڑکی کی طرف متوجہ نہ ہوئی، جیسے وہ اپنے کالے چہروں کے سامنے اس کے کالے برقعے کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھتی تھیں۔ لڑکی نے اپنا اسباب دروازے کے قریب گھسیٹ لیا، کیوں کہ آئندہ سٹیشن پر اسے اُترنا تھا۔ گاڑی رُکی اور اس نے جلدی سے اپنا بستر پلیٹ فارم پر لڑھکا دیا۔

22. وہ ایک لمحہ تک تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی، آخر اسے ٹکٹ دیتے ہوئے شکست مان لینا پڑی۔ وہ مضمحل قدموں سے باہر نکلی۔ اس وقت اس کی حالت اس شخص کی سی تھی، جس نے اپنے کپڑوں پر پانی کی ایک چھینٹ پڑے بغیر دریا پار کر لیا ہو لیکن کنارے پر پھسل کر پانی میں شرابور ہو جائے۔

23. وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش اور نگہداشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا، جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جُھک جُھک کر دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا اُن سے چُپکے چُپکے باتیں کر رہا ہے۔

24. وہ خود بھی بہت صاف ستھرا رہتا تھا اور ایسا ہی اپنے چمن کو بھی رکھتا۔ اس قدر پاک صاف جیسے رسوئی کا چوکا۔ کیا مجال کہیں گھاس پھونس یا کنکر پتھر پڑا رہے۔ رَوشیں باقاعدہ، تھانولے درست، سنچائی اور شاخوں کی کاٹ چھانٹ وقت پر، جھاڑنا بہارنا، صبح شام روزانہ، غرض سارے چمن کو آئینہ بنا رکھا تھا۔

25. باغ کے داروغہ خود بھی بڑے کار گزار اور مستعد شخص ہیں اور دوسروں سے بھی کھینچ تان کر کام لیتے ہیں۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ ذرا بھی نگرانی میں ڈھیل ہوئی، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے یا بیڑی پینے لگے یا سائے میں جا لیٹے۔ عام طور پر انسان فطرتاً کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہم میں کچھ موروثی ہوگئی ہے، لیکن نام دیو کو کبھی کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آئی۔

26. یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور اُنہیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھوڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا۔ یوں سمجھئے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

27. میں نے اس بے مثل کار گزاری پر اسے انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اُس کا کہنا ٹھیک تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیسی ہی تنگی ترشی ہو وہ تو ہر حال میں کرنا ہی پڑتا ہے۔

28. وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اُس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جُھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی۔ اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔

29. میری توقع پوری ہوتی ہے اور تھوڑی سی پریشان کن خاموشی کے بعد علی بخش مجھے یوں گھورنے لگتا ہے کہ یہ عجیب شخص ہے جو ڈاکٹر صاحب کی کوئی بات نہیں کرتا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا اور ایک سینما کے سامنے بھیڑ بھاڑ دیکھ کر وہ بڑ بڑانے لگا: "مسجدوں کے سامنے تو کبھی ایسا رش نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہی کہا کرتے تھے۔"

30. استنبول یا قُسطنطنیہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے مساجد کا شہر کہا جاتا ہے، جہاں عثمانی عہد کا طرزِ تعمیر اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یوں تو پورے شہر میں تقریباً پانچ سو مساجد ہیں لیکن اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ سلیمانیہ مسجد ہے۔

31. ہم سب مندوبین ان کے ساتھ سلیمانیہ میں نمازِ جمعہ ادا کرنے آئے تھے۔ تمام مندوبین کے لئے اول صف میں انتظام تھا۔ ہزار ہا نمازی تھے۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ خطبہ جمعہ آدھا عربی اور آدھا ترکی زبان میں تھا۔ جب نمازِ جمعہ ختم ہوئی تو اعلان کیا گیا کہ "مندوبین کے لئے راستہ دے دیں۔"

32. اسلامی علوم و فنون اور ثقافت کو آگے بڑھانے میں سلاجقہ ترک، بالخصوص عُثمانی حکمرانوں کا کردار بہت نمایاں ہے۔ انھی کے علمی ذوق کی وجہ سے استنبول کا عجائب خانہ توپ کاپی، جہاں نوادر اور آثارِ قدیمہ کا مشہور عالم مرکز بنا، وہاں علم و فن کے بیش بہا ذخیروں اور نادر کتابوں کا بھی مخزن ہے۔

33. انگریزوں کے علمی ذوق کی مدح و ستائش بہت کی جاتی ہے، مگر خود ولیم راجرز نے اپنی مشہور تصنیف توپ کاپی میں یہ گلہ کیا ہے کہ انگریزوں نے بہت سے مسلم اداروں اور خاص طور پر بیتُ کا ذکر تو ضرور کیا ہے لیکن توپ کاپی کو نظر انداز کر دیا، جہاں قدیم اسلامی عہد کی نادر و نایاب کتابیں بہ کثرت موجود ہیں اور مخطوطات و مسوّدات کے لحاظ سے بھی دنیا کے عجائب خانے اور بہت سے میوزیم اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

34. فنِ خطاطی کے مظہر کی حیثیت سے قرآنِ کریم کی وہ آیات توپ کاپی میں موجود ہیں، جو مشہور خطاطوں کی ہنرمندی کے نمونے کی حیثیت سے عالمی شہرت رکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و سوانح پر نسخ میں ایک اہم مخطوطہ بھی توپ کاپی میں موجود ہے۔

35. میرا خیال ہے کہ مرحوم سے شاید ہی کبھی کسی شخص کو تکلیف پہنچی ہو۔ شریف شخص کی یہ صفت سب سے معتبر مانی گئی ہے۔ اُردو، فارسی اور عربی ادبیات پر مرحوم کی نظر بڑی گہری، وسیع اور متنوّع تھی جس کے ہم سب ہمیشہ معترف رہے اور اس سے اِستفادہ کیا۔ نامناسب الفاظ کبھی زبان پر نہیں لائے۔ بڑے شوق اور سنجیدگی سے علمی مسائل پر اظہارِ خیال فرماتے۔

36. آپ کے انگریزی اور وسیع و متنوع مطالعے کا ہر وہ شخص مُعترف ہے، جو آپ کو جانتا ہے۔ آپ نے لائبریری کے تقاضوں کو ایک مُہتمِم اور ایک جویائے علم دونوں کی حیثیت سے پورا کر دیا۔ علی گڑھ سے یہ بہت بڑی نسبت ہے، جس سے آپ مدّتوں یاد رکھے جائیں گے۔

4.37 - درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے

س: اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے ؟

ج: اللہ تعالیٰ نے لفظ "کن" کہہ کر یہ کائنات بنائی ہے۔

س: حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے ؟

ج: حمد میں خالق کی درج ذیل مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ نباتات، جمادات، حیوانات، انسان

س 1: نعت کے پہلے شعر میں حضورؐ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

ج: نعت کے پہلے شعر میں حضورؐ کی درج ذیل صفات بیان ہوئی ہیں:

آپؐ دو عالم کے مددگار ہیں، دین اسلام اور پیغام الٰہی کے امین ہیں، غریبوں کے غمگسار اور ہمدرد ہیں

س 3 انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟

ج: انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد یہ ہے کہ حضورؐ نے انسان کو ایسے اصول زندگی بتائے جن پر عمل کر کے انسان عزت و وقار کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

س 4: شاعر کے نزدیک حضورؐ کا پیغام کیا ہے؟

ج: شاعر کے نزدیک حضورؐ کا پیغام "اصول محبت" ہے۔ یعنی سرکار دو عالمؐ نے محبت، اخوت اور بھائی چارے کا پیغام دیا جس سے معاشرتی نفرت وعداوت کا خاتمہ ہوا۔

س: مرزا محمد سعید کس لیے لکھتے تھے؟

ج: مرزا محمد سعید کسی کی فرمائش پر یا کسی کو خوش کرنے کیلیے نہیں لکھتے تھے۔ مرزا صاحب پیسے کے لیے بھی لکھتے تھے۔ ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی تسکین کیلیے لکھتے تھے۔ کام کرتے تھے صرف اس لیے جب ان کا جی کام کرنے کو چاہتا تھا۔

س: لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کیسا تھا؟

ج: لاہور کے ایک پبلشر نے مرزا صاحب کو ناول لکھوانے کے لیے ایک ہزار روپے کی پیشکش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دو اڑھائی سو میں اچھا خاصا پبلشر مل جاتا تھا۔ چنانچہ پبلشر مصنف کو ساتھ لے کر مرزا صاحب کے پاس گئے اور ناول لکھنے کی فرمائش کی مگر

مرزا صاحب ٹھنڈے مزاج کے ساتھ بولے۔ "آپ میرے ناول کے پانچ ہزار دیں گے، دس ہزار دیں گے، مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ جو کام کر رہا ہوں، اسے چھوڑ کر آپ کے لیے ناول لکھوں"۔

س: مرزا صاحب کی کن دو قومی شخصیات سے عزیزداری تھی؟

ج: مرزا صاحب کی دو شخصیات "سر سید احمد خاں" اور منشی ذکا اللہ" سے عزیزداری تھی۔

س 6 مرزا صاحب کا سب سے بڑا مشغلہ کیا تھا؟

ج: مرزا صاحب کا سب سے بڑا مشغلہ " مطالعہ کتب" تھا۔ گھنٹوں مطالعہ کرتے تھے۔ پنشن لینے کے بعد بھی اسی مشغلے کو جاری رکھا اور پنشن کا بڑا حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔

س: سلطان ٹیپو اپنی جدوجہد میں کیوں کامیاب نہ ہو سکا؟

ج: میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف انگریزوں بلکہ ہندوؤں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہ دیا اور انہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

س: اہل مغرب نے قومیت کی بنیاد کس پر رکھی ہے؟

ج: اہل مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی کی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا ہے وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔

س: میر صاحب اور ان کی بیوی سیدانی بی کی کس بات پر زیادہ خوش تھے؟

ج: میر صاحب اور ان کی بیوی، دونوں خوش تھے کہ سیدانی بی کو بچوں کی تربیت کے لیے خدا نے بھیج دیا۔ ایسی شریف، نماز، روزہ کی پابند، ہنرمند استانی صرف روٹیوں پر کہا میسر آتی ہے۔

س: بادشاہ بیگم کا نام کیا تھا؟

ج: بادشاہ بیگم کا اصلی نام زمرد پری تھا۔

س 5: پرستان کے پھلوں کی خاص بات کیا تھی؟

ج: پرستان کے پھلوں میں خاص بات یہ تھی کہ جب ایک پھل توڑتی تو دوبارہ اس کی جگہ پر فوراً پھل نکل آتا۔ کلیوں کو جو چکھا تو نفیس اور ہلکی خوشبو والی مزے دار مٹھائیاں تھیں۔ جس کھانے کا خیال دل میں ہوتا۔ وہ پھل وہی ذائقہ دیتا۔

س: اردو شعرا نے ہر دور میں عید الفطر کو موضوع سخن کیوں بنایا؟

ج: عید الفطر مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اور سماجی اقدار و روایات پر مبنی خوشی کا ایک تہوار ہے۔ اس لیے اردو شعرا نے ہر دور میں عید الفطر کو موضوع بنایا ہے۔

س: چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب کیا تھا؟

ج: چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب یہ تھا وہ بدنصیب محتاج، مصیبت زدہ اور غریب الوطن ہے۔

س3: مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بھڑ بھڑیا سے کیا شکایت ہے؟

ج: مصنف کو اپنے تیسرے دوست بھڑ بھڑیا سے یہ شکایت ہے کہ جب بھی آتے، بھونچال کی طرح آتے، گولے کی طرح دروازہ کھولتے اور آندھی کی طرح داخل ہو جاتے۔ مصافحہ کے لیے ہاتھ کو اس گرمجوشی سے دباتے کہ درد ہونے لگتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب جاتے تو مصنف کے تمام خیالات بھی ساتھ لے جاتے

س: لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

ج: لڑکی کا چچا بیمار تھا۔ وہ اپنے بیمار چچا کی عیادت کے لیے سفر کر رہی تھی۔

س: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

ج: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس میں عجیب اضمحلا طاری تھا۔ دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں اور ان کے ارد گرد بھاری بکس اور بڑی بڑی پوٹلیاں اس طرح پھیلی ہوئیں تھیں کہ کسی بیٹھنے کی جگہ ہی نہ تھی۔ تیسری سیٹ پر کونے میں ایک بچہ تھا۔ بالکل سوکھا، ہاتھ پاؤں کی کھال لٹکی ہوئی، جیسے وہ پیدائش کے بعد فوراً ہی براہ راست بڑھاپے کی طرف چل دیا ہو۔

س: کسان چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

ج: کسان نے چغل خور کو دو شرائط پر ملازم رکھا۔

1- وہ اسے صرف روٹی اور کپڑا دے گا

2- ہر چھے ماہ بعد چغل خور کو ایک چغلی کھانے کی اجازت ہو گی۔

س: چغل خور نے کس کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

ج: چغل خور نے کسان کی بیوی سے کہا کہ تمہارے شوہر کو کوڑھی ہو گیا ہے۔ یعنی اسے کوڑھ کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔

س: چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

ج: چغل خور کو اپنی بری عادت سے یہ نقصان اٹھانا پڑا کہ لوگوں کا اس پر اعتماد کم ہو گیا۔ اسی عادت کی وجہ سے اسے اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ چنانچہ وہ بے کار ہو گیا۔ مختلف لوگوں سے کہا، در در کی خاک چھنی، ایک ایک کے پاس گیا مگر اسے یہ نقصان اٹھانا پڑا کہ چغل خور ہونے کی وجہ سے اسے کوئی اپنے پاس ملازم رکھنے کو تیار نہ تھا۔

س: نام دیو مالی نے انعام لینے سے کیوں انکار کیا؟

ج: نام دیو مالی پودوں کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتا، ان کی خدمت کرتا۔ جب مصنف نے انعام کی پیشکش کی تو اس نے یہ کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا کہ بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔

س: لوگ بچوں کے علاج کے لیے نام دیو مالی کے پاس کیوں آتے تھے؟

ج: نام دیو مالی اپنے باغ کی جڑی بوٹیوں سے بچوں کا علاج بہت توجہ اور مہارت سے کرتا اس لیے لوگ بچوں کے علاج کے لیے نام دیو مالی کے پاس آتے تھے۔

س: نام دیو مالی کی موت کا سبب کیا تھا

ج: ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ بھاگ پر چھپ گئے۔ نام دیو مالی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ حسب معمول تندرستی سے اپنے کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ مکھیوں کا جھنڈ اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔

س: علی بخش کو ایک مربع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی؟

ج: علی بخش علامہ اقبال کا دیرینہ اور وفادار ملازم تھا، ان کی خدمات کے عوض حکومت پاکستان نے اسے ایک مربع زمین لائل پور میں الاٹ کی۔

س: شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

ج: شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو یاد آیا کہ ڈاکٹر صاحب ایک بار یہاں بھی آئے تھے۔ یہاں ایک مسلمان تحصیلدار تھے جو ڈاکٹر صاحب کے پکے مرید تھے۔ انہوں نے دعوت دی تھی۔

س 3: ترکی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ کن دو زبانوں میں دیا گیا؟

ج: ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا خطبہ ترکی اور آدھا خطبہ عربی زبان میں دیا گیا۔

س: کون سی دو چیزوں پر محصول وصول نہیں کیا جاتا تھا؟

ج: صرف اناج اور اُپلے دو ایسی چیزیں تھیں کہ ان پر محصول نہیں لیا جاتا تھا۔

س: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت کیا ہے؟

ج: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت "مرثیہ نگاری" ہے۔

س 1: "برسے ہوئے بادل" سے کیا مراد ہے؟

ج: برسے ہوئے بادل سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے کافی عرصہ تک دنیا کو فیض پہنچایا۔

س 1: "جلوہ قدرت کا شاہد" کون مراد ہے؟

ج: "جلوہ قدرت کا شاہد" سے مراد کسان ہے۔یعنی کسان تمام قدرتی نظاروں کا مشاہدہ کرتا ہے۔فطری مناظر کو تخلیق کرنے میں دن رات محنت کرتا ہے۔

س: نبضِ خاک پہ انگلیاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟

ج: نبض خاک پہ انگلیاں رہنے کا مطلب ہے کہ کسان اپنے ہاتھوں کو مٹی پر رکھتا ہے یعنی کسان اپنی تمام تر جسمانی کوشش کے ساتھ دھرتی کو گل وگلزار میں تبدیل کرتا ہے۔موسموں کے اتار چڑھاؤ کے پیش نظر جو زمین میں تبدیلیاں آتی ہیں،ان سے نمپٹنا ہے اور اپنے ہاتھوں سے زمین کو اپنی مرضی کے مطابق نتائج حاصل کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔

س: کونسی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں؟

ج: تخریب کی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں۔یعنی کسان ہمیشہ منفی سرگرمیوں سے دور رہتا ہے۔انسانوں کے بھلے اور فلاح کے لیے محنت اور مشقت کرتا ہے۔

س: نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد کیا ہے؟

ج: نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد یہ ہے سر پر ذمہ داریوں کا بوجھ آجانا اور آزادی کا ختم ہو جانا ہے۔

س: شاعر کس سڑک کو بے مثال کہہ رہا ہے؟

ج: شاعر "مال گودام روڑ" کو بے مثال سڑک کہتا ہے کیونکہ اس جیسی سڑک اور کوئی نہیں ہے۔

س: شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی وجہ کیا ہے؟

ج: شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رضائے الہیٰ اور خوشنودی الہیٰ کی خواہش،آرزو اور تمنا اس کی رہنما ہو گئی ہے۔یعنی اللہ تعالی کی رضا اور محبت کے راستے میں آنے والی ہر مصیبت اور مشکل اس کے لیے پریشانی یا دکھ نہیں بلکہ سکون واطمینان کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس راہ میں آنے والی یہ کڑی آزمائش اسے پاک پروردگار کی قربت کے حصول کا یقین دلاتی ہے۔

س: پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے؟

ج: پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم یہ ہے کہ شاعر کا محبوب مسکراتا ہوا بہت خوبصورت لگتا ہے۔جسے کھلے ہوئے پھول خوبصورت لگتے ہیں،

س: دل کے کنول اور چراغوں میں کیا بنیادی فرق بتایا ہے؟

ج: دل کنول اور چاغوں کے جلنے میں فرق یہ ہے کہ چاغوں کا مقدر ازل سے جلنا ہے،چراغ تو شروع سے ہی جل رہے ہیں مگر یہ دل ہیں جو کبھی نہ جلے ہے نہ بجھے ہیں۔

5- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے۔

زیادہ چانس	پرستان کی شہزادی	استنبول	چغل خور	
کم چانس	مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ	ملمع	نام دیو مالی	

6- درج عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے۔

زیادہ چانس	**علامہ اقبال**	**علم کے فائدے**	**تعلیم نسواں**
	ورزش کے فائدے	**عیدین**	**قائداعظم محمد علی جناح**

زیادہ چانس	حب الوطنی	محنت کی برکتیں	سائنس کے کرشمے
	طالب علم کے فرائض	شہری اور دیہاتی زندگی کے مسائل	میرے دوست

7- درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور آخر میں دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیجئیے۔

پنجاب کی حد ان دنوں میں غزنی کی حد تک پھیلی ہوئی تھی اور راجہ جہاں کا جے پال تھا۔ جب مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے معلوم ہوئے تو اس نے غزنی پر ایک بھاری فوج سے چڑھائی کی۔ چنانچہ دفعتاً لمغان پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے اور پشاور سے کابل تک برابر لشکر پھیلا دیا۔ ادھر سے سبکتگین بھی نکلا۔ چنانچہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں اور ایک دوسرے کی پیش دستی کی منتظر تھیں کہ دفعتاً آسمان سے اولے پڑنے لگے۔ یعنی بے موسم برف گرنی شروع ہوگئی۔ وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے انہیں خبر بھی نہ ہوئی، ہندوستانی بے چارے اپنے لحاف اور رضائیاں ڈھونڈنے لگے مگر وہاں رضائی کا گزارہ کہاں؟ سینکڑوں اکڑ کر مر گئے، ہزاروں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ جو بچے ان کے اوسان جاتے رہے۔

سوالات:

(i)۔ کس زمانے میں پنجاب کی حدود غزنی تک پھیلی ہوئی تھیں؟ (ii)۔ جے پال کون تھا اور سبکتگین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ (iii)۔ "وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے" کون برف میں رہنے کے عادی تھے؟ (iv)۔ وہاں رضائی کا گزارہ کیوں نہیں تھا؟ وہ لوگ جاڑے میں کیا اوڑھتے تھے؟ (v)۔ جے پال اور سبکتگین میں جنگ کیوں نہ ہوئی؟

مختلف انسان مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ زبانوں کو ان کے ماہروں نے مختلف خاندانوں پر تقسیم کر رکھا ہے ان میں دو خاندان بہت مشہور ہیں۔ ایک سامی اور دوسرا آریائی۔ سامی خاندان میں عربی اور عبرانی وغیرہ زبانیں شامل ہیں' آریائی خاندان میں نہ صرف پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی زبانیں شامل ہیں بلکہ یونانی، اطالوی، جرمن، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کا شمار بھی اسی خاندان میں ہوتا ہے۔ دراصل آریائی خاندان زبانوں کا بہت بڑا خاندان ہے اور اس سلسلے کا کوئی دوسرا خاندان اس کی وسعت کی برابری نہیں کر سکتا۔ زبانوں کے آریائی خاندان کی شاخیں پاکستان ہندوستان، ایران، انگلستان اور یورپ کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سوالات:

(i)۔ زبانوں کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟ (ii)۔ عربی اور انگریزی زبانوں کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟ (iii)۔ آریائی خاندان کی جن زبانوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے نام لکھئے؟ (iv)۔ دنیا کے کون کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟ (v)۔ ہماری قوم زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

ہم عصروں اور ہم چشموں کی رقابت پرانی چیز ہے۔ اور ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جہاں تک مجھے ان سے گفتگو کا موقع ملا اور بعض اوقات چھیڑ چھیڑ کر اور کرید کرید کر دیکھا اور ان کی تحریروں کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا اس عیب سے بری معلوم ہوتے ہیں۔ محمد حسین آزاد نے مولانا شبلی نعمانی کی کتابوں پر کیسے اچھے تبصرے لکھے ہیں اور جو باتیں قابل تعریف تھیں۔ ان کی دل کھول کر داد دی ہے۔ مگر ان بزرگوں میں سے کسی نے مولانا کی کسی کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ لاہور میں کرنل ہالرائیڈ کی زیرِ ہدایت جو جدید رنگ کے مشاعرے ہوئے، ان میں آزاد اور حالی دونوں نے طبع آزمائی کی۔ برکھا رت، حبِ وطن، نشاطِ امید اسی زمانے کی نظمیں ہیں۔ آزاد اپنے رنگ میں بے مثل نثار ہیں، مگر شعر کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا۔ لیکن مولانا کی انصاف پسندی ملاحظہ کیجئے کہ کیسے صاف لفظوں میں اس نئی تحریر کا سہرا آزاد کے سر باندھا ہے۔

سوالات:

(i) اس عبارت کا عنوان تحریر کیجئے۔ (ii)۔ اس عبارت میں مولانا سے کون مراد ہیں؟ (iii)۔ ولانا کس عیب سے بری تھے؟ (iv)۔ جدید رنگ کے مشاعروں میں کس قسم کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں؟ (v)۔ نثار کے معنی لکھئے۔

اسلام نے لفظ قوم کے معنٰی بدل دیئے ہیں۔ اسلام سے پہلے کے تمام قومی سلسلے، تمام قومی رشتے، نسل یا علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اسلام نے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تحت ایک نیا روحانی بلکہ خدائی قومی رشتہ قائم کر دیا۔ اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک، وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا، وہ چین کا باشندہ ہے یا چین کا، پاکستان میں پیدا ہوا ہے یا ہندوستان میں وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے رنگ کا، بلکہ جس کسی نے اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مان لیا وہ ایک رشتے میں بندھ گیا۔ جس سے اچھا اور پیارا رشتہ اور کوئی نہیں ہے۔

سوالات:

(i)۔ اسلام نے لفظ قوم کو کتنی وسعت دی ہے؟ (ii)۔ کیا اسلام میں نسل اور علاقے کا امتیاز جائز ہے؟ (iii)۔ اسلام میں ترکی کے مسلمان، چین کے مسلمان اور پاکستان کے مسلمان کے درمیان امتیاز قائم ہوگا؟ (iv)۔ کیا گورے مسلمان کو کالے مسلمان پر کوئی فوقیت حاصل ہے؟ (v)۔ اس عبارت کا عنوان لکھئے۔

سکوت کے وقت سمندر کا دیدار آنکھوں کو فرحت بخشنے والی چیز ہے۔ تختہ جہاز پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو لہروں کا ایک لاتعداد سلسلہ نظر آتا ہے۔ جو ہوا کے نرم نرم جھونکوں کے اثر سے سمندر پر قریب قریب ہر وقت آتے رہنے سے ایک دوسرے کے پیچھے حلقے بناتا چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لہریں ایک دوسری کے پیچھے دوڑ رہی ہیں۔ صبح کے وقت جب آفتاب نکلتا ہے اور اچھلتی ہوئی لہروں کی سفید جھاگ پر اس کی کرنیں پڑتی ہیں تو قوس قزح کے سارے رنگ دفعتہ شفاف پانی کے تختوں پر چمک جاتے ہیں اور دور اُفق کے قریب تو سنہری روپہلی فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا شاہِ خاور کے خیر مقدم کیلئے سامان ہو رہا ہو۔

سوالات:

(i)۔ سکون کے وقت سمندر کا نظارہ کیسا ہوتا ہے؟ (ii)۔ تختہ جہاز سے سمندر کیسا نظر آتا ہے؟ (iii)۔ صبح کے وقت سمندر کا منظر کیسا ہوتا ہے؟ (iv)۔ دورِ اُفق کے قریب کیا نظر آتا ہے؟ (v)۔ اس عبارت کا موزوں عنوان لکھئے۔

انتخاب کتب ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لیے اس طرح کی احتیاط اور غور و فکر کی ضرورت ہے جس طرح کہ دوستوں کے انتخاب کے لیے۔ جس طرح ایک اچھے اور نیک چال چلن کا مالک انسان اپنے دوست کو برائی سے بچا لیتا ہے اور ایک برا دوست اپنی بد کرداری کی وجہ سے دوسرے دوست کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اچھی کتابیں دل و دماغ اور عادات و اطوار پر اچھا اثر ڈالتی ہیں اور مخرب اخلاق اور بے ہودہ کتابیں طبیعت کو برائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ اسی طرح بری کتابوں کا مطالعہ پڑھنے والے کی اخلاقی موت کا باعث بنتا ہے۔ مشاہیر زمانہ کی سوانح عمریاں، سفر نامے، تاریخ اور مذہبی کتب اور جدید معلومات پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ انسان اور خصوصاً طالب علم کے لیے بہت مفید ہے۔ اخلاقی کتابوں کے مطالعے سے اخلاق بلند ہوتا ہے۔

سوالات:

(i)۔ کتابوں کے انتخاب میں کس چیز کی ضرورت ہے؟ (ii)۔ بُرا دوست کیا نقصان پہنچاتا ہے؟ (iii)۔ خراب کتابیں پڑھنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ (iv)۔ طالب علم کیلئے کون سی کتابیں مفید ہیں؟ (v)۔ اس عبارت کا موزوں عنوان لکھئے۔